

تقلید و اتباع

از افادات علامہ ابن القیم رحمہ اللہ

تقلید کی تین قسمیں ہیں۔ ایک قسم کی تقلید حرام ہے۔ دوسری واجب ہے۔ اور تیسری جائز ہے مگر واجب نہیں۔

تقلید حرام کی بھی تین قسمیں ہیں۔

ایک یہ کہ بزرگوں سے جو طریقہ چلا آتا ہو، انسان اسی کی پیروی کیے چلا جائے اور سر سے اس بات کی تحقیق ہی نہ کرے کہ خدا اور رسول کا حکم کیا ہے۔

دوسرے یہ کہ انسان کسی ایسے شخص کی تقلید کرے جس کے متعلق وہ نہ جانتا ہو کہ آیا وہ اس قابل بھی ہے یا نہیں کہ اس کی بات مانی جائے۔

تیسرے یہ کہ انسان کسی شخص کی تقلید کا ایسا پابند ہو کہ جب اس کے قول کے خلاف دلیل و حجت قائم ہو جائے تب بھی وہ اسی کی پیروی پر جا رہے اس تیسری قسم کے مقلد اور پہلی قسم کے مقلد میں فرق یہ ہے کہ پہلا شخص تو علم نہیں رکھتا اس لیے تقلید کرتا ہے، اور یہ علم رکھتا ہے، حجت اس پر ظاہر ہو جاتی ہے، پھر بھی تقلید کی بندش سے نہیں نکلتا۔ اس لحاظ سے یہ زیادہ لائق مذمت ہے۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اپنی کتاب پاک میں متعدد مقامات پر ان تینوں قسم کی تقلیدوں کی برائی بیان فرمائی ہے، چنانچہ ارشاد ہے۔

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ اتَّبِعُوا مَا أَنْزَلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْنَا

اور جب ان سے کہا گیا کہ پیروی کرو اس حکم کی جو خدا نے نازل کیا ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم

أَبَاءَنَا أَوْ لَوْ كَانَ آبَاءُ هُمَا يَعْقُونَ
شَيْئًا وَلَا يَحْتَدُونَ (البقرہ: ۲۱)

اسی طریقہ کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ
دادا کو پایا ہے۔ اگر ان کے باپ دادا کچھ نہ جانتے

اور طریقہ ہدایت پر نہ ہوں تب بھی کیا وہ انہی کی پیروی کئے جائیں گے؟

وَكَذَلِكَ مَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِي
قَرْيَةٍ مِنْ نَذِيرٍ إِلَّا قَالَ مُتْرَفُومًا
إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا عَلَىٰ آثِمَةٍ وَإِنَّا
عَلَىٰ آثَارِهِمْ مُتْتَدُونَ قَالَ أُولَٰئِكَ
حَتُّكُمْ بِأَهْدَائِهِمْ وَجَعَلْنَا لِكُلِّ
أَبَاءٍ كُفْرًا (الزخرف: ۲۲)

اور ایسا ہی ہوتا رہا ہے کہ جب ہم نے تم سے پہلے کسی بستی
میں کوئی ڈرانے والا بھیجا تو اس بستی کے خوش حال
لوگوں نے یہی کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک
طریقہ پر پایا اور ہم انہی کے قدم بہ قدم چلے جا رہے
ہیں۔ اور پیغمبر نے ان سے کہا کہ اگر میں تمہارے باپ
دادا کے طریقہ سے بہتر طریقہ تمہیں بتا دو تو کیا پھر بھی تم

انہی کی پیروی کیے چلے جاؤ گے؟

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلَىٰ مَا أَنْزَلَ
اللَّهُ وَإِلَىٰ الرَّسُولِ قَالُوا حَسْبُنَا مَا
وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا (المائدہ: ۱۳)

اور جب کبھی ان سے کہا گیا کہ آؤ اس چیز کی طرف
جو خدا نے اتاری ہے اور آؤ رسول کی طرف تو انہوں
نے یہی کہا کہ ہمارے لیے وہ طریقہ کافی ہے جس پر ہم نے اپنے

باپ دادا کو پایا ہے۔

اس مضمون کی دوسری آیات بھی قرآن میں بکثرت وارد ہوئی ہیں جن میں ایسے لوگوں کی مذمت
کی گئی ہے جو تقلید اسلاف پر قناعت کر لیتے ہیں اور خدا کی نازل کی ہوئی ہدایت کی طرف توجہ نہیں کرتے۔

لے اگر کوئی یہ کہے کہ ان آیات میں تو ان لوگوں کی مذمت کی گئی ہے جو اپنے گمراہ اور کافر اسلاف کی پیروی کرتے
تھے پھر تم نے کس طرح ان آیات کو ایسے لوگوں پر چپا کر دیا جو علماء و مہتدین کی پیروی کرتے ہیں۔ حالانکہ
اللہ تعالیٰ نے خود حکم دیا ہے کہ جو کچھ تمہیں معلوم ہوا سے اہل علم سے پوچھو۔ فَاَسْئَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ
تَعْلَمُونَ۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ دراصل تقلید کی اس نوعیت کو بڑا ٹھیکرایا ہے کہ انسان خدا کی

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ اُوْرِيْهُ ظَاهِرًا مِمَّا كَتَبْنَا لِلَّذِيْنَ امْرَاَتُهُمْ يَرْجُوْنَ اَنْ يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِمْ حَاكِمًا اُوْرِيْهُ مَا يَشَاءُ لِيُذَمِّرَ لِيَوْمٍ هُوَ اَتِيٌّ وَّجِيْهًا
نہیں ہے۔ جیسا کہ اہل علم بالاتفاق کہتے ہیں۔

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ ذِيْنَ افْعَوْا حَيْثُ مَا
ظَهَرَ مِنْهَا وَاَوْ اَشْرَوْا نَبِيْجًا
بِغَيْرِ الْحَقِّ وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا كَفَرَ
يُنَزَّلُ بِهٖ سُلْطٰنًا وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلٰى
اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ (الاعراف: ۳۲)
کہو کہ میرے پروردگار نے تو حرام کیا ہے جہاں کے
کاموں کو خواہ وہ کھلے ہوں یا چھپے اور گناہ کو اور ناروا
زیادتی کرنے کو اور اس بات کو کہ تم خدا کے ساتھ
کسی ایسی چیز کو شریک ٹھیراؤ جس کے لیے اس نے کوئی
دلیل نہیں اتاری اور یہ کہ تم خدا کے بارے میں کوئی ایسی
بات کہو جس کا تمہیں علم نہیں۔

اور ایک جگہ فرمایا:-

اَتَّبِعُوْا مَا اُنزِلَ اِلَيْكُمْ مِنْ رَّبِّكُمْ وَلَا
تَتَّبِعُوْا مِنْ ذُوْنِهٖ اَوْ لِيَاكُمُ الْاَعْرَافُ
پیروی کرو اس ہدایت کی جو تمہاری طرف تمہارے
پروردگار سے نازل ہوئی ہے اور اس کے سوا اپنے
بنائے ہوئے پیشواؤں کی پیروی نہ کرو۔

اس آیت میں صرف خدا کی نازل کردہ ہدایت کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے اور مقلد کا حال یہ ہے
کہ وہ جانتا ہی نہیں کہ جس چیز کی پیروی وہ کر رہا ہے وہ خدا کی طرف سے ہے یا نہیں۔ بلکہ ایک قسم کا

تکملہ حاشیہ ص ۳۴ نازل کی ہوئی ہدایت سے بے پروا ہو کر انسانوں کی پیروی کرنے لگے تقلید کی یہی نوعیت ہے جس کے
مذموم اور حرام ہونے پر سلف صالح اور ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے۔ رہی تقلید کہ کوئی شخص اللہ کی نازل کردہ ہدایت کی اتباع کی
کوشش کرے اور اسکے احوال کو سمجھنے میں ایسے لوگوں کی طرف رجوع کرے جو اسے زیادہ علم رکھتے ہو تو ایسی مذموم نہیں دی جیسا کہ آگے چل کر تقلید اور تقلید
مابز کی بحث میں بیان کریں گے۔

تو ایسا ہے کہ جب دلیل و حجت سے اس پر یہ واضح ہو جاتا ہے کہ اس کے پیشوا کا قول خدا کی نازل کردہ ہدایت کے خلاف ہے تب بھی وہ اس کی پیروی سے باز نہیں آتا۔ پس یہ کھلا ہوا اتباع غیر منزل ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ
وَالرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ
وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ
تَأْوِيلًا (النساء: ۸)

پھر اگر تمہارے درمیان کسی چیز میں اختلاف ہو جائے تو اس میں خدا اور رسول کے حکم کی طرف رجوع کرو۔ اگر تم اللہ اور یوم آخر پر ایمان رکھتے ہو یہی طریقہ بہتر ہے اور انجام کے اعتبار سے بھی اچھا ہے۔

اس آیت میں ہم کو اللہ اور اس کے رسول کے سوا کسی اور کی طرف رجوع کرنے سے منع کیا گیا ہے اس سے بھی تقلید کا ابطال ہوتا ہے۔

پھر فرمایا:-

أَمْ حَسِبْتُمْ أَن تُتْرَكُوا وَلَمَّا يَعْلَمِ اللَّهُ
الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنْكُمْ وَلَمْ يَخِذُوا
مِن دُونِ اللَّهِ وَلَا رَسُولِهِ وَلَا الْمُؤْمِنِينَ
وَلِيَجْزِيَ (التوبة: ۲۰)

کیا تم نے یہ گمان کیا ہے کہ تم چھوڑ دیے جاؤ گے حالانکہ اللہ نے ابھی تک آزمائش نہیں دیکھا کہ تم میں سے کون ہیں جنہوں نے جہاد کیا اور اللہ اور اس کے رسول اور جماعت مؤمنین کے سوا کسی غیر کو اپنا معتمد علیہ نہیں بنایا۔

اور ظاہر ہے کہ اس سے بڑھ کر ویسٹہ اور کیا ہو گا کہ کوئی شخص کسی کو اللہ اور اس کے رسول اور تمام امت کے کلام پر فخر کر لے، اور ان سب پر اس کو مقدم ٹھیرے، اور کتاب اللہ سنت رسول اجماع امت سب کو اس کے قول پر پیش کرے، پھر ان میں سے جو کچھ اس کے قول کے موافق ہو اس کو بنا پر قبول کرے کہ وہ اس کے موافق ہے، اور جو اس کے قول کے خلاف ہو اسے رد کرنے کے لیے تلاش کرے، دلیلیں ڈھونڈے، اور کسی نہ کسی بہانے سے اس کو رد کر کے ہی چھوڑے۔ اگر یہ بھی ویسٹہ نہیں

تو ہم نہیں جانتے کہ پھر ویجہ اور کیا چیز ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:-

يَوْمَ تَقَلَّبُ وُجُوهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُولُونَ
 نَلَيْتَنَا اطعنا الله واطعنا الرسولا و
 قالوا ربنا اننا اطعنا سادتنا وکبرآؤنا
 فاصلونا السبيلا۔ (الاحزاب: ۸)

جس دن آگ میں ان کے چہروں کو الٹ پلٹ کیا

جائے گا تو وہ کہیں گے کہ اے کاش ہم اطاعت

کرتے اٹھ کی اور اطاعت کرتے رسول کی اور وہ

کہ پروردگار! ہم نے اپنے سروروں اور اپنے برے

لوگوں کی اطاعت کی اور انہوں نے ہم کو گمراہ کر دیا۔

یہ آیت بھی تقلید کا بطلان کرتی ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ اس میں تو ایسے لوگوں کی مذمت ہے جو

گمراہ کرنے والوں کی تقلید کریں پھر تم نے اسے ان لوگوں پر کیوں چسپاں کر دیا جو راہ راست کی طرف

ہدایت کرنے والوں کی تقلید کرتے ہیں؟ تو ہم کہیں گے کہ اس کا جواب خود سوال ہی میں موجود ہے۔

کہ ہدایت اُس کے سوا کچھ نہیں جسے اللہ نے نازل کیا اور اس کے رسول نے بیان فرمایا۔ اور یہ بھی ظاہر ہے

کسی شخص کے ہادی اور مہتدی ہونے کا صحیح علم اُسی کو ہو سکتا ہے جو خود ہدایت کا علم رکھتا ہو۔ اب اگر کوئی

شخص یہ علم رکھتے ہوئے کسی کو مذہبی و مہتدی جانتا ہے اور اس کی پیروی کرتا ہے تو وہ تقلید ہی نہیں ہے

اور اگر وہ اس علم سے بہرہ و نفع نہیں تو اسے یہ معلوم ہی کیونکر ہوگا کہ کون راہ راست کی طرف ہدایت

کرتا ہے اور کون راہ گمراہ کی طرف۔ وہ تو خود اپنے اقرار کے بموجب جاہل اور گمراہ ہے۔ کتاب و سنت کے

علم سے ناواقف ہو کر وہ جس کی بھی پیروی کرے گا اندھی پیروی کرے گا۔ اُس کا رہبر حدیث پر چلے گا

وہ بھی اندھ بول کی طرح اس کے پھپھے چلا جائے گا۔ خواہ وہ سیدھے راستے پر جائے یا غلط راستے پر۔

مقلدین کہتے ہیں کہ دین کے معاملات میں جن ائمہ کی ہم تقلید کرتے ہیں ان کے ہدایت پر چلنے

کا ہم خود اقرار کرتے ہو پھر جب وہ ہدایت پر ہیں تو ان کی تقلید کرنا والے بھی قطعاً ہدایت پر ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ تمہارا ان کے پیچھے آنکھیں بند کر کے چلنا خود ان کے اپنے طریقے کے بھی تو قطعاً خلاف ہے ان کا طریقہ یہ تھا کہ وہ حجت کا اتباع کرتے تھے اور اندھی پیروی سے روکتے تھے، جیسا کہ ہم آگے چل کر خود انہیں کے اقوال سے ثابت کریں گے۔ پس جو شخص حجت کو ترک کرتا ہے اور اس چیز کا ارتحباب کرتا ہے جس سے خود انہوں نے اور ان سے پہلے اللہ اور اس کے رسول نے منع کیا ہے، وہ یقیناً ان کے طریقے پر نہیں ہے بلکہ ان کا مخالف ہے۔ ان کے طریقے پر تو وہی شخص ہے جو حجت کا اتباع کرے اور دلیل کے آگے سر جھکائے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی انسان کو کتاب و سنت پر مختار نہ ٹھیرائے۔

یہیں سے حقیقت بھی واضح ہو جاتی ہے کہ جو شخص تقلید اور اتباع کو ایک چیز قرار دیتا ہے وہ غلط فہمی میں مبتلا ہے یا قصد تلبیس کرتا ہے تقلید دراصل اتباع سے مختلف چیز ہے۔ خود اللہ اور اس کے رسول نے ان دونوں کے درمیان فرق کیا ہے اور اہل علم نے ہمیشہ اس فرق کو دیا ہی ملحوظ رکھا ہے جیسا کہ ان دونوں کی حقیقتوں میں فرق ہے اتباع کے معنی یہ ہیں کہ تم نے جس شخص کو اپنا پیشوا ٹھیرا یا ہے اس کے طریقے پر چلو اور جو کچھ وہ کرتا تھا وہی تم کرو۔ علامہ ابن عبدالبر نے اپنی کتاب جامع بیان العلم میں ایک مستقل باب اس موضوع پر لکھا ہے جس کا عنوان ہے۔ فساد التقلید و نفيہ و الفرق بینہ و بین الاتباع۔ اس میں انہوں نے تقلید اور اتباع کے فرق پر خوب بحث کی ہے۔ لکھتے ہیں:

”اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ایک سے زیادہ مقامات پر تقلید کی مذمت کی ہے۔ مثلاً فرمایا: اَتَّخِذُوا حَبَارَئِهِمْ سُرَرًا وَمُرْهَبًا نَحْمُرُ اَرْبَابًا بِاَمْنٍ دُونَ اللّٰهِ جَعَلَتْ حُدُوفُهُمْ حُخْرًا وَاُولٰٓئِكَ سُلُوكٌ سَلْبٌ لِّمَنْ يَّهْتَدِي سُلُوكًا سَلْبًا“

مذہب اور دوسرے بزرگوں سے مروی ہے کہ اس آیت میں احبار اور رہبان کو خدا بنا لینے سے مراد یہ نہیں ہے کہ وہ لوگ خدا کو چھوڑ کر ان کی عبادت کرنے لگے تھے بلکہ مراد

یہ انہوں نے اپنے احبار (علماء) اور رہبان (مشائخ) کو خدا کے بجائے اپنا رب بنا لیا۔

یہ ہے کہ انہوں نے خدا کی کتاب اور اس کے احکام سے بے پروائی اختیار کی اور اپنے اہبار اور راہبوں پر اتنا اعتماد کر لیا کہ جس چیز کو انہوں نے حلال ٹھیرا دیا اسے حلال اور جس کو حرام ٹھیرا دیا اسے حرام سمجھنے لگے۔ عدی بن حاتم کی روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جب حاضر ہوا تو میرے گلے میں صلیب لٹکی ہوئی تھی حضور نے فرمایا اے عدی اس کو پھینک دے یہ بت ہے حضور اس وقت سورہ برآة تلاوت فرما رہے تھے۔ پڑھتے پڑھتے جب آپ اس آیت پر پہنچے اِتَّخَذُوا اَحْبَارَهُمْ وَرُهَبَانَهُمْ اَدْبَابًا مِّنْ دُونِ اللّٰهِ تَمَّ عَرَضَ كَمَا يَارَسُولَ اللّٰهِ مَن لَّيْتَمَّ نَعَم تَوَان كُو خذ انہیں بتایا۔ حضور نے فرمایا ضرور بنایا ہے۔ کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ خدا نے جسے حرام ٹھیرا یا اسے تہا ہے اہبار اور رہبان حلال ٹھیرا دیتے ہیں اور تم اسے حلال مان لیتے ہو، اور خدا نے جسے حلال ٹھیرا اسے وہ حرام کر دیتے ہیں! اور تم اس کو حرام سمجھ لیتے ہو؟ میں نے عرض کیا یہ تو صحیح ہے۔ آپ نے فرمایا بس یہی ان کی عبادت اور بندگی ہے، ابو البختری نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ اگر ان کے اہبار اور رہبان ان سے کہتے کہ تم خدا کو چھو کر ہماری عبادت کرو تو وہ ان کی اطاعت نہ کرتے۔ مگر جب انہوں نے خدا کے حلال کیے ہوئے کو حرام اور اس کے حرام ٹھیرائے ہوئے کو حلال قرار دیا تو وہ اس باب میں ان کی اطاعت پر راضی ہو گئے۔ یہی چیز رُبُوبیت ہے۔ وکیع نے سفیان اور اعش سے اور انہوں نے حبیب بن ابی ثابت سے اور انہوں نے ابو البختری سے نقل کیا ہے کہ حضرت خدیجہ سے اس آیت پر سوال کیا گیا کہ نصاریٰ اپنے اہبار اور رہبان کی عبادت کب کرتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا کہ عبادت تو نہیں کرتے تھے، مگر ان کے حلال کو حلال اور ان کے حرام کو حرام ضرور مانتے تھے۔

”پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَكَذَلِكَ مَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِي قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيرٍ إِلَّا قَالَ مُتْرَفُوهَا إِنَّا وَحَدُّنَا آبَاءَنَا عَلَىٰ أُمَّةٍ وَإِنَّا عَلَىٰ آثَارِهِمْ مُقْتَدُونَ قَالَ أُو۟لُوا۟ الْأَعْيُنِ كَيْفَ نُحَاجُّكُمْ بِإِهْدَىٰ مِثْلًا وَجَدْتُمْ عَلَيْنَا آبَاءًا كَمَا اسْلَخْتُمْ أَبْنَاءَكُمْ مِنْ بُحْرَانٍ إِذْ يَمْلِكُ الْبَاسُ بَيْنَ يَدَيْهِمْ فَارْتَدُّوا عَلَىٰ أٰٓخِرَتِهِمْ لَعْنَةُ اللَّهِ لِلَّذِينَ اتَّبَعُوا لَوْلَا أَنزَالَةُ الْغَيْثِ لَقَدْ كَانُوا مِن قَبْلِ هَٰذَا فَاسِقِينَ“

باپ دادا کی تقلید نے ان کو ہدایت قبول کرنے سے روک دیا تو انہوں نے رسولوں سے صاف کہہ دیا کہ اِنَّا بِمَا أُرْسِلْتُمْ بِهِ كَافِرُونَ ہم اس پیغام کو نہیں مانتے جسے تم لا رہے ہو ایسے ہی لوگوں کے حق میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِذْ تَبَرَّأَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا مِنَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا أَوْ رَأَوْا الْعَذَابَ وَتَقَطَّطَتْ بِهِمُ الْأَسْبَابُ وَقَالَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا لَوْ أَنَّا كُنَّا نَدَّبُهُمْ إِلَيْنَا لَنَبْتَغِيَ اللَّهُمَّ مِنْهُمْ كَمَا تَبْتَغَىٰ مِنْهُمْ وَإِنَّا لَكَاذِبِينَ

وہ ایسا دن ہو گا کہ جن کی پیروی کی گئی ہے وہ اپنے پیروں سے براوت لیا کرین گے اور اپنی آنکھوں سے عذاب بھولیں گے اور ان کے درمیان سب تعلقات ٹوٹ جائیں گے اور پیروی کرنے والے کہیں گے کہ کاش ہم کو ایک موقع اور ملتا تو ہم ان سے اسی طرح تبریٰ کرتے جس طرح انہوں نے ہم سے تبریٰ کی ہے۔ یوں اللہ ان کے اعمال ان کے سامنے لائیکا اور وہ پیکر حسرت بن جائیں گے۔

پھر اللہ تعالیٰ اہل کفر کی مذمت کرتے ہوئے فرماتا ہے۔

مَا ضِدُّهُ إِلَّا مَا تَشَاءُ النَّارُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ قَالُوا وَحَدُّنَا آبَاءُنَا لَعْنَةُ عَائِدِينَ - (انبیاء: ۵۵)

ابراہیم نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا کہ یہ کسی ہوت میں ہیں جن کے تم گردیدہ ہو رہے ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ان کی پرستش کرتے پایا ہے۔

اور دوسری جگہ ارشاد ہے :-

وَقَالُوا رَبَّنَا إِنَّا أَطَعْنَا سَادَتَنَا وَ
 كِبَرَاءَنَا فَأَصَلَّوْنَا السَّبِيلَ (الأخزاب) اور اپنے بڑوں کی اطاعت کی تھی اور انہی نے ہم کو گمراہ کیا
 اس قسم کی آیات قرآن میں بہت ہیں جن میں باپ دادا اور سرداران قوم کی تقلید کو برا کہا گیا
 ہے علماء تقلید کے ابطال میں انہی آیات سے استدلال کرتے ہیں اور اس امر کا لحاظ نہیں کرتے
 کہ یہ آیات جن لوگوں کے حق میں آئی ہیں وہ کافر تھے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دراصل جو چیز
 مذمت کے قابل ہے اور جس کی مذمت قرآن میں کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ انسان خدا کی دی
 ہوئی روشنی سے آنکھیں بند کر کے کسی کے پیچھے ہونے اور کچھ نہ دیکھے کہ وہ کدھر جا رہا ہے
 حتیٰ کہ اگر اس کا پیشوا کفر کرے تو یہ بھی کافر ہو جائے، اور اگر وہ گناہ کرتے تو یہ بھی گناہ کرنے
 اور اگر وہ کسی مسئلہ میں خطا کرے تو یہ بھی اس خطا میں گرفتار ہو جائے، اسی مذہبی تقلید کے اعتبار
 کفار کی تقلید کرنے والوں اور اہل ایمان کی تقلید کریں والوں کے درمیان مشابہت واقع ہوتی ہے دونوں میں
 مابج کا فرق ضرور ہے، ایک زیادہ بڑی ہے اور دوسری کم، لیکن نوعیت دونوں کی
 ایک ہی ہے، اور دونوں جگہ یہی چیز بنائے فساد ہے۔ کفار جو کفر کے خطرے میں مبتلا ہوئے
 تو اسی وجہ سے ہوئے کہ انہوں نے خدا کی ہدایت سے بے پروا ہو کر اپنے آپ کو انسانوں
 کے حوالے کر دیا اور آنکھیں بند کر کے ان کے پیچھے چلنے لگے نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے رہبروں
 جو خدائی ہدایت سے ہٹتے گئے، یہ بھی ان کے ساتھ ساتھ ہٹتے چلے گئے۔ یہاں تک
 کہ جب انہوں نے کفر کی حد میں قدم رکھا تو یہ بھی ان کے پیچھے پیچھے اسی حد میں پہنچ گئے۔
 پس جو لوگ خود آنکھیں کھول کر خدائی ہدایت کو نہیں دیکھتے، اور بالکل دوسرے ذرائع
 پر اعتماد کر لیتے ہیں۔ وہ دراصل اپنے آپ کو اسی خطرے میں ڈالتے ہیں جس میں پھنسی

مبلا ہو کر گمراہ ہو چکی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضِلَّ قَوْمًا بَعْدَ إِذْ
 هَدَاهُمْ حَتَّىٰ يُبَيِّنَ لَهُمْ مَا يَتَّقُونَ۔ اللہ کسی قوم کو ہدایت دینے کے بعد
 کبھی گمراہی میں نہیں ڈالتا جب تک کہ انہیں واضح طور پر یہ نہ بتا دے کہ انہیں کس چیز
 بچنا چاہیے۔

آگے چل کر علامہ ابن عبدالبر لکھتے ہیں:-

ووجہ مذکورہ بالا دلائل سے تقلید کا اطلاق واضح ہو گیا تو لازم آیا کہ ان اصول کو تسلیم
 کیا جائے جنہیں تسلیم کرنا واجب ہے۔ وہ اصول کیا ہیں؟ اللہ کی کتاب اور اس کے رسول
 کی سنت، اور جو کچھ ان دونوں سے استدلال کر کے ماخوذ ہو۔

اس کے بعد علامہ نے وہ حدیث نقل کی ہے جسے کثیرین عبد اللہ بن عمرو بن عوف نے اپنے
 باپ سے اور انہوں نے اپنے باپ سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے
 یہ ارشاد سنا ہے:-

۱. فِي لَأَخَافُ عَلَىٰ أُمَّتِي مِنْ بَعْدِي
 الرِّبَا عَمَالَ ثَلَاثَةٌ - قَالَ لَوْ أَوْ مَا هِيَ يَا
 رَسُولَ اللَّهِ - قَالَ أَخَافُ عَلَيْهِمْ مِنْ
 زَلَّةِ الْعَالَمِ وَمِنْ حُكْمِ جَائِرٍ وَمِنْ
 هَوَىٰ مَتَبِعٍ -

میں اپنے بعد اپنی امت کے لیے جن چیزوں سے ڈرتا
 ہوں وہ برس تین ہی اعمال ہیں لوگوں نے پوچھا وہ کیا
 ہیں یا رسول اللہ؟ آپ نے فرمایا میں ڈرتا ہوں ظالم
 کی بغزش سے اور ظالم کے حکم سے اور ہوائے نفس
 کی پیروی سے۔

اور اسی اسناد سے یہ روایت بھی منقول ہے کہ حضور نے فرمایا:-

تَرْكُتُ فَيَكْرَهُ مَرِيئِينَ لَنْ تَضَلُّهُ أُمَّتُكُمْ
 يَمَا كَتَابَ اللَّهِ وَسُنَّةَ رَسُولِهِ -

میں نے تمہارے درمیان دو چیزیں ایسی چھوڑی ہیں کہ
 اگر تم ان کو تھامے رہو تو کبھی گمراہ نہ ہو گے! اللہ کی کتاب
 اور اس کے رسول کی سنت۔

مصنفین اہل سنت نے عموماً ابطال تعلیہ کے ساتھ عالم کی نفز ش کا ضرور ذکر کیا ہے کیونکہ تعلیہ کا فساد اسی سے واضح ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ رسول کے سوا کوئی انسان بھی معصوم نہیں خواہ وہ کتنے ہی بڑے درجہ کا انسان ہو۔ اور جب وہ معصوم نہیں تو ضرور ہے کہ اس سے کہیں نہ کہیں نفز ش سرزد ہو۔ اسی بنا پر یہ جائز نہیں کہ اس کے قول کو بلا دلیل و حجت تسلیم کیا جائے اور اس کی بات کو وہ درجہ دیا جائے جو معصوم کی بات کو دینا چاہیے۔ یہی چیز ہے جس کی مذمت تمام علماء نے کی ہے اور اسے حرام ٹھہرایا ہے اور اس کے مرتکبین کی مذمت کی ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ مقلدین جن فتوے اور بلاؤں میں مبتلا ہوتے ہیں ان کی جڑ یہی ہے۔ وہ ایک عالم کی تعلیہ ان چیزوں میں بھی کرتے ہیں جن میں اس سے نفز ش ہوئی ہے اور ان چیزوں میں بھی جن میں اس سے نفز ش نہیں ہوئی۔ صحیح اور غلط کے درمیان وہ تمیز کرنے کی کوشش ہی نہیں کرتے، بلکہ تمیز کرنے کی ضرورت بھی نہیں سمجھتے۔۔۔۔۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے دین کو خطا کے ساتھ لیتے ہیں، اور ناگزیر طور پر اُسی غلطی میں مبتلا ہو جاتے ہیں جس میں یہود و نصاریٰ مبتلا ہوئے، یعنی اللہ کے حلال کیے ہوئے کو حرام اور اس کے حرام ٹھہراے ہوئے کو حلال کر لینا اور ان چیزوں کو مشروع بنا لینا جن کو خدا نے مشروع نہیں کیا۔ جب کوئی شخص کسی غیر معصوم انسان کی تعلیہ اپنے اوپر لازم کرنے لگا اور بلا دلیل و حجت اس کی پیروی کرے گا تو لا محالہ یہ صورت ضرور پیش آئے گی اور کوئی چیز اس کو پیش آنے سے روک سکیگی۔

بیہقی وغیرہ نے انہی کثیرین عبداللہ بن عمرو سے مرفوعاً یہ روایت نقل کی ہے کہ اتقوا ذلۃ العالم و انتظروا فیئۃ۔ (عالم کی نفز ش سے بچو اور غلطی سے اس کے رجوع کا انتظار کرو) نیز بیہقی ہی نے دوسری حدیث مسود بن سعد سے نقل کی ہے جسے زید بن ابی زیاد نے مجاہد سے اور انہوں نے ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اِنَّ اُمَّمًا اتَّخَوَفَ عَلٰی اُمَّتٍ ثَلَاثًا ۱؎

سب اپنی امت کے حق میں سب سے زیادہ جن چیزوں سے

ذلة عالم وجدال منافق بالقرآن ڈرتا ہوں وہ تین ہیں۔ عالم کی نفز اور منافق
و دنیا تقطع اعناقکم۔ کا قرآن سے استدلال اور وہ دنیا جو تمہاری گردنوں
کاٹنے لگے۔

اور یہ ظاہر ہے کہ عالم کی نفز سے خوف کی وجہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ لوگ اس نفز
میں اس کی تقلید کرنے لگیں گے اور وہ بہت سے لوگوں کو غلطی میں مبتلا کر دے گی۔ اگر تقلید کا خوف
نہ ہوتا تو کسی عالم کی نفز میں استک کے لیے خوف کرنے کی کوئی وجہ نہ تھی۔

شعبی کی روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”دنیا کو بگاڑنے والی تین چیزیں
ہیں۔ گمراہ کرنے والے سردار۔ اور منافق کا قرآن سے استدلال۔ اور عالم کی نفز۔
بیہقی نے ایک اور حدیث نقل کی ہے جس کو حماد بن زید نے مشنی بن سعید سے اور انہوں نے
ابوالعالیہ سے نقل کیا ہے کہ ابن عباس نے فرمایا پیروی کرنے والوں کے لیے عالم کی نفزوں میں
بڑا خطرہ ہے پوچھا گیا وہ کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ عالم ایک بات اپنی رائے سے بیان کر دیتا
ہے پھر اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی ارشاد پہنچ جاتا ہے جس کی بنا پر وہ اپنی پہلی رائے سے
رجوع کر لیتا ہے۔ مگر پیروی کرنے والا اس کے پہلے قول ہی کا اتباع کیے چلا جاتا ہے۔

تمیم الداری کا قول ہے کہ عالم کی نفز سے بچو۔ پوچھا گیا اس میں نے کیا چیز ہے؟ انہوں
نے کہا یہ کہ عالم نفز کرے اور لوگ اس کے پیچھے چل پڑیں اس لیے کہ بسا اوقات عالم کو
خود اپنی غلطی پر تائب ہو جاتا ہے اور وہ اس سے رجوع کر لیتا ہے مگر لوگ اپنی غلطی پر قائم رہتے ہیں۔

شعبہ نے عمرو بن مرہ سے اور انہوں نے عبداللہ بن سلمہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت
معاذ بن جبل نے ایک مرتبہ تقریر کرتے ہوئے فرمایا ”اے قوم عرب! تم تین خرابیوں کا کیا
علاج کرو گے، ایک وہ دنیا جو تمہاری گردنوں کاٹنے لگے، دوسرے منافق کا قرآن سے استدلال

تیسرے عالم کی لغزش؟“ لوگ خاموش رہے۔ حضرت معاذ نے پھر فرمایا عالم کی لغزش کا علاج یہ ہے کہ کوئی عالم اگر ہدایت پر بھی ہو تب بھی اندھے بن کر اپنے دین کو بالکل اس کے ہاتھ میں نہ دے اور اگر وہ غلطی میں پڑا ہوا ہو تو اس کے مقابلہ میں تحمل کو ہاتھ سے نہ دو کیونکہ مومن ایک دفعہ فتنہ میں پڑ جاتا ہے، پھر اس سے توجہ کر لیتا ہے۔ رہا قرآن تو وہ ایک منارہ ہے جیسے راستوں میں منارے ہوتے ہیں کہ وہ کسی سے مخفی نہیں ہوتے پس جو بات تم کو قرآن سے معلوم ہو جائے اس کو کسی سے نہ پوچھو اور جس میں تمہیں شک ہو اسے جاننے والے سے پوچھ لو۔ رہی دنیا تو فلاح و ہی پاسکتا ہے جسے خدا کی طرف سے قناعت کی توفیق مل جائے۔ ورنہ حرص کی پیاس تو کبھی دنیا سے بجھ نہیں سکتی۔ اسی کے قریب قریب حضرت سلمان فارسی کا قول بھی ہے جسے ابو بختری نے روایت کیا ہے۔ اور ابن عبد البر کا بیان ہے کہ حکماء نے عالم کی لغزش کو کشتی کے ٹوٹنے سے تشبیہ دی ہے۔ اس لیے کہ کشتی جب ڈوبتی ہے تو اس کے ساتھ ایک خلقت کی خلقت ڈوب جاتی ہے۔ اس قول کو نقل کرنے کے بعد ابن عبد البر کہتے ہیں کہ جب یہ صحیح اور ثابت ہے کہ عالم سے خطا اور لغزش سرزد ہوتی ہے تو معلوم ہوا کہ کسی شخص کے لیے کسی انسان کے قول پر فتویٰ دینا یا اس کی رائے پر چلنا جائز نہیں۔ تا وقتیکہ اس کو یہ نہ معلوم ہو کہ اس کا قول کس حجت پر مبنی ہے۔ ایک دوسرے بزرگ کا قول ہے کہ جس طرح قاضی تین قسم کے ہیں اور ان میں سے دو ناری اور ایک جنتی ہے، اسی طرح مفتی بھی تین قسم کے ہیں اور ان میں سے دو ناری ہیں اور صرف ایک جنتی ہے۔ قاضی اور مفتی میں فرق اتنا ہے کہ قاضی پر اس کے فیصلے کا الزام آتا ہے اور مفتی پر نہیں آتا۔

ابو ذر عبد الرحمن بن عمر بصری نے ابو مسہر سے اور انہوں نے سعید بن عبد الغزیز سے اور انہوں نے اسماعیل بن عبد اللہ سے اور انہوں نے سائب بن یزید بن اخت لمر سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم لوگوں کی باتیں بہت بڑی اور تمہارا کلام

بہت خراب ہے تم آپس میں باتیں کرتے ہو تو کہتے ہو فلاں کا قول یہ ہے اور فلاں یہ کہتا ہے مگر کتاب اللہ کا ذکر کہیں نہیں آتا تم میں سے جو کھڑا ہونا چاہتا ہے وہ کتاب اللہ کو لیکر اٹھے ورنہ بیٹھا رہے۔ دیکھو! حضرت عمرؓ یہ بات اس زمانہ کے لوگوں سے کہہ رہے ہیں جو تاریخ میں بہترین دور سمجھا جاتا ہے۔ اگر آج وہ دیکھتے کہ لوگ کس طرح کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کو چھوڑ کر عمر و زید کی باتیں کرتے ہیں تو نہ معلوم وہ کیا فرماتے

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کیل بن زیاد النخعی سے جو کچھ فرمایا تھا وہ بھی قابل غور ہے۔ یہ حدیث اہل علم میں اس قدر مشہور ہے کہ اس کی اسناد نقل کرنے کی بھی ضرورت نہیں آپ نے فرمایا اے کیل! یہ دل گویا طرف ہیں، اور ان میں بہترین طرف وہ ہے جس میں بھلائی کے لیے زیادہ گنجائش ہو۔ لوگ تین طرح کے ہیں۔ ایک عالم ربانی دوسرا وہ متعلم جو نجات کے راستہ پر چلتا ہو دوسرے خسرات الارض جو ہر شور مچانے والے کتے پیچھے چل پڑیں اور ہر بلند بانگ کے گرد جمع ہو جائیں۔ وہ نہ کبھی نور علم سے روشنی حاصل کرتے ہیں اور نہ کبھی کسی مضبوط بنیاد پر قائم ہوتے ہیں۔ پھر اپنے سینہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا آہ! اس میں جو علم ہے کاش مجھے اس کے لینے والے ملتے۔ مگر افسوس کہ مجھے یا تو وہ لوگ ملتے ہیں جو سمجھ تو رکھتے ہیں لیکن دین کو دنیا کے لیے آلہ بنانے والے اور اللہ کی کتاب پر جتوں سے دست درازی کرنے والے اور اللہ کی نعمتوں کو اس کی نافرمانی میں استعمال کرنے والے ہیں۔ یا پھر ایسے لوگ ملتے ہیں جو حق کے پرستار تو ہیں مگر بصیرت نہیں رکھتے۔ شک پہلا موقع پاتے ہی ان کے دلوں میں گھس جاتا ہے۔ وہ نہیں سمجھ سکے کہ حق کہاں ہے۔ جب بولتے ہیں تو غلط بولتے ہیں۔ اور جب غلطی کرتے ہیں تو اپنی غلطی پر متنبہ نہیں ہوتے۔ وہ ان چیزوں میں مشغول رہتے ہیں جن کی حقیقت کو وہ نہیں جانتے۔ ایسے لوگ ایک فتنہ ہیں۔ سب سے بڑی بھلائی یہ ہے کہ اللہ کسی کو اپنے دین کی سمجھ عطا کرے اور انسان کے لیے بدترین جہالت یہ ہے کہ وہ اپنے دین کو نہ سمجھے۔

ابو ہنترى حضرت على سے روایت کرتے ہیں کہ خبردار لوگوں کے طریقہ کو اپنے لیے سنت نہ بناؤ ایک شخص اہل جنت کا سائل کرتا ہے پھر وہ بیکار پلٹ جاتا ہے اور اہل دوزخ کے سے اعمال کرنے لگتا ہے اور اسی حال پر جاتا ہے۔ ایک دوسرا شخص اہل دوزخ کا سائل کرتا ہے پھر اللہ اس کا دل پھیر دیتا ہے اور وہ اہل جنت کے سے عمل کرنے لگتا ہے، یہاں تک کہ اسی راہ میں اسے موت آتی ہے۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تم میں سے کوئی شخص اپنا دین کسی دوسرے شخص کے قبضہ میں نہ دے وے کہ اگر وہ مومن ہو تو یہ بھی مومن ہو اور اگر وہ کافر ہو تو یہ بھی کافر ہو گیا۔ غلطی میں کسی کجا بھی پیروی نہ کرنی چاہیے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ نے منسرایا اہل علم گذر جائیں گے پھر لوگ جاہلوں کو اپنا سردار بنا لیں گے اور وہ بغیر علم کے فتوے دینے لگیں گے خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کر دیں گے۔

یونس بن عبدالاعلیٰ اپنے استاد سفیان بن عیینہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت ربیعہ سرعجکائے ہوئے رو رہے تھے۔ پوچھا گیا کہ رونے کا سبب کیا ہے۔ فرمایا ظاہر میں ریاضے۔ اور باطن میں شہوات ہیں علماء کے سامنے لوگوں کا حال بچوں کا سا ہو گیا ہے جس چیز کو وہ حرام ٹھہراتے ہیں وہ حرام ہو جاتی ہے اور جسے مشروع قرار دیتے ہیں وہ مشروع بن جاتی ہے۔

عبداللہ بن المقتمر کہتے ہیں کہ حیوان منقاد اور انسان مقلد میں کوئی فرق نہیں۔ پھر وہ ابن ہب سے ایک حدیث نقل کرتے ہیں جس کو انہوں نے سعید بن ابی ایوب سے اور انہوں نے بکر بن عمر سے اور انہوں نے عمرو بن ابی نعیم سے اور انہوں نے مسلم بن یسار سے اور انہوں نے ابو ہریرہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کسی نے میری طرف سے ایسی بات بیان کی جو میں نے نہیں کہی ہے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں ڈھونڈ لے۔ اور اگر کوئی اپنے بھائی سے مشورہ لے اور وہ اس کو بے

بوجھے رائے دے دے تو گویا اس نے اپنے بھائی سے خیانت کی۔ اور اگر کوئی بغیر ثبوت کے فتویٰ دیتے تو جو لوگ اس کے فتوے سے غلطی سے مبتلا ہوں گے ان کا وبال اسی فتویٰ دینے والے پر ہوگا۔

یہ حدیث اس بات پر دلیل ہے کہ تقلیداً فتویٰ دینا حرام ہے، اس لیے کہ اس قسم کا فتویٰ بے ثبوت ہی ہے۔ ثبوت کے معنی بالاتفاق یہ قرار دیئے گئے ہیں کہ ایسی حجت جس سے حکم ثابت ہوتا ہو۔ پس جب کہ انسان کا قول حجت ہی نہیں ہے تو اس کی بنیاد پر جو فتویٰ ہوگا وہ بے ثبوت نہیں تو اور کیا ہوا۔

ابو عبد اللہ بن خواز مند اور البصری الماکھی نے لکھا ہے کہ اصطلاح شرعی میں تقلید کے معنی ہیں کسی شخص کے قول کی طرف رجوع کرنا بغیر اس کے کہ اس کی حجت معلوم کی جائے۔ یہ شریعت میں ممنوع ہے۔ اور اتباع کے معنی ہیں کسی شخص کی حجت کو قبول کر کے اس کے قول کی پیروی کرنا۔ فعل شرعاً جائز ہے۔ ایک دوسری جگہ بھی بزرگ لکھتے ہیں کہ جب تم نے کسی شخص کے قول کی پیروی اختیار کی بغیر اس کے کہ کوئی دلیل ایسی ہو جس کی بنا پر تم اس کی بات مان رہے ہو تو تم اس کے مقلد ہوے اور اللہ کے دین میں ایسی تقلید درست نہیں اور اگر تم کسی شخص کی دلیل سے مطمئن ہو کر اس کے قول کی پیروی کرو تو یہ اتباع ہے، اور اتباع شریعت میں درست ہے۔

محمد بن سارث نے سخون بن سعید کے حالات میں خود سخون سے یہ روایت نقل کی ہے کہ امام مالک اور عبد الغزیز بن ابی سلمہ اور محمد بن ابراہیم بن دینار وغیرہم اکثر ابن ہریرہ کے پاس جایا کرتے تھے ابن ہریرہ کا طریقہ یہ تھا کہ جب مالک اور عبد الغزیز کچھ پوچھتے تو وہ اُس کا جواب دیتے اور جب ابن دینار اور ان کے ساتھی کچھ پوچھتے تو وہ جواب نہ دیتے۔ ایک روز ابن دینار نے ان سے شکایت کی۔ انہوں نے جواب دیا کہ بھتیجے میں بدھا آدمی ہوں۔ مجھے ڈر ہے کہ جس طرح میرے جسم میں انخطاط پیدا ہو گیا ہے ممکن ہے کہ میری عقل میں بھی ہو گیا ہو۔ مالک اور عبد الغزیز عالم اور فقیہ ہیں میں سمجھتا ہوں کہ مجھ سے جو بات جس گے وہ اگر حق ہوگی تو قبول کریں گے اور اگر غلط ہوگی تو رد کر دیں گے۔

تم لوگوں سے مجھے اندیشہ ہے کہ جو کچھ میں کہوں گا اسے مانتے چلے جاؤ گے اس واقعہ کو نقل کر کے ابن حارث لکھتے ہیں کہ یہ ہے اہل حق کا طریقہ۔ نہ یہ کہ انسان جو کچھ ہذیان بکھے اسے چاہے کہ لوگ اس طرح قبول کریں جیسے قرآن نازل ہو رہا ہے۔

تمام بزرگان سلف اور ائمہ اربعہ کا یہی طریقہ تھا کہ وہ لوگوں کو خود اپنی تقلید سے منع کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ہماری بات کو دلیل و حجت کے بغیر تسلیم نہ کرو۔

امام شافعی فرماتے ہیں کہ جو شخص علم کو حجت کے بغیر لیتا ہے اس کی مثال رات کے اندھیرے میں لکڑیاں چننے والے کی سی ہے کہ وہ لکڑیوں کو بغیر دیکھے بھالے اٹھاتا جاتا ہے اور اسے خبر نہیں کہ ان میں کہاں کوئی سانپ چھپا ہوا ہے جو اسے ڈس لے گا۔

ابوداؤد نے لکھا ہے کہ میں نے ایک مرتبہ امام احمد سے کہا اوزاعی تو مالک سے مقدم ہیں انہوں نے جواب دیا کہ ”تم اپنے دین کو ان میں سے کسی کے بھی حوالہ نہ کرو۔ جو کچھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب سے ثابت ہو جائے اس کو قبول کر لو۔ ان کے بعد تابعین کے اقوال میں تمہیں اختیار ہے جسے چاہو قبول کرو اور جسے چاہو رد کر دو۔“

امام احمد نے تقلید اور اتباع میں فرق کیا ہے۔ ابوداؤد ان کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ اتباع یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب سے جو کچھ ثابت ہو اس کی پیروی کی جائے۔ بعد کے کسی شخص کا قول حجت نہیں ہے۔ نیز وہ فرماتے ہیں کہ تم نہ میری تقلید کرو نہ مالک کی نہ ثوری کی نہ اوزاعی کی بلکہ جہاں سے ہم نے لیا ہے۔ وہیں سے تم بھی لو۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ انسان کی نا سمجھی کی دلیل ہے کہ وہ اپنے دین کو اشخاص کے ہاتھ میں دیدے۔

بشر بن ولید نے امام ابو یوسف کا یہ قول نقل کیا ہے کہ کسی شخص کے لیے ہمارے قول کا اتباع جائز نہیں تا وقتیکہ وہ یہ نہ جان لے کہ ہم جو کچھ کہہ رہے ہیں کس بنا پر کہہ رہے ہیں۔